ڈاکٹر محمد ریاض

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

حضرت شاہ نورالدین نعمت اللہ ولی کرمانی آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے ان مشائخ کبار میں سے ہیں، جن کے علمی، ادبی، دینی اور صوفیانہ کارنامے ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی میر سیّد عبداللہ تھا۔ آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی اولاد میں سے تھے۔ شاہ صاحب نے اپنے نام اور لقب کو خود اس طرح نظم فرمایا ہے ؎

نعمت اللہ، "نوردیں" دارد لقب   "نوردیں" از نعمت اللہ باز طلب

شاہ نعمت اللہ ۷۳۱ ہجری میں حلب میں پیدا ہوئے۔ ۲۴ سال کی عمر تک اپنے شہر میں متداول علوم و معارف کی۔ پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں سات برس تک حضرت شیخ عبداللہ یافعی (متوفی ۷۶۷ یا ۷۶۸ ہجری) سے فیض حاصل کیا اور پھر سیر و سیاحت کی نیت سے روانہ ہوئے۔ آپ نے عرب ممالک کے علاوہ ترکستان اور ایران کے متعدد شہروں کی سیاحت فرمائی۔ ایک ہنگامہ آفریں زندگی، تربیتی اور تدریسی مصروفیتوں اور کئی سالہ سیاحت کے باوجود آپ نے ایک سو چودہ عربی اور فارسی رسالے اور فارسی میں دو منظوم دیوان، نیز دو منظوم رسالے یادگار چھوڑے ہیں۔ شاہ صاحب کے دیوانؒ چھپ چکے ہیں۔ مشہور مستشرق جان اوبن (Jean Aubin) نے ایک مجموعۂ رسائلؒ بھی شائع کرایا۔ مگر پروفیسر ڈاکٹر حمید فرزامؒ کی مفصل تحقیقات ابھی شائع ہونا باقی ہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی ۱۰۳ سالہ بابرکت زندگی میں (آپ کا انتقال ۸۳۴ ہجری میں ہوا اگرچہ بعض تذکرہ نویسوں نے سال وفات ۸۲۷ھ بھی لکھا ہے) حیرت انگیز کام انجام دیے جن میں ان کی مبسوط تالیف بھی شامل ہیں۔

شاہ نعمت اللہ کے سفروں کا مقصد حصولِ تجارب، تبلیغ دین اور تربیتِ سالکین تھا۔ فرماتے ہیں۔ یہ اشعار دیوان کے مختلف مقامات سے ہیں ؎

سالہا در سفر برگشتیم   عاشقانہ بر بحر و بر گشتیم

عاشق و مست و لاابالی وار   در پے دوست دربدر گشتیم

رنج عشقے کشیدہ ام کہ مپرس   درد دردے چشیدہ ام کہ مپرس

عارفانہ مدام در سیرم   ہر زمان در ولایت دگرم

مدتے در بدر بجان گشتم گرد میخانۂ جہان گشتم

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۶۳ھ تک آپ نے سرزمین حجاز، مصر، عراق اور دیگر عرب ممالک کی سیاحت فرمائی۔ اس کے بعد تقریباً بارہ برس تک آپ ترکستان اور ایران کے شہروں میں رہے۔ ۷۷۵ھ میں آپ نے کوہنبان (ماہان) کے علاقے (کرمان کا ایک سرسبز مقام) میں سکونت اختیار فرمائی اور اس کے بعد اگرچہ تبلیغی مساعی کی خاطر دوسرے علاقوں میں نکل جاتے تھے مگر اقامت گاہ یہی ماہان رہا یہیں آپ کی عظیم خانقاہ تھی اور وفات کے بعد یہی مقام زیارت گاہ بن گیا۔

امیر تیمور لنگ سے ملاقات

۷۶۳ھ میں شاہ ولی مصر سے آذربائیجان تشریف لائے اور وہاں سے ماوراء النہر آ گئے۔ اس کے بعد آپ اس علاقے اور خراسان میں تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ آپ کے زور فصاحت و بلاغت نے ایک ہلچل مچادی تھی اور لوگ کثیر تعداد میں مرید بن رہے تھے۔ مشہور ہے کہ ۷۷۲ھ میں یہاں ان کے نوے ہزار مرید تھے۔ یہ بات عمال تیموری کو کھٹکی اور امیر تیمور سے شکایتیں ہونے لگیں کہ "اس بااثر شخص کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے۔"

حضرت بہاء الدین نقشبند (م ۷۹۱ھ) اور ان کے مرید امیر سید کلال نقشبندی سے امیر تیمور اور عمال تیموری کو بڑی عقیدت و ارادت تھی۔ شاہ نعمت اللہ اپنے دعوؤں اور بعض صوفیانہ عقائد کی بنا پر (ان کی طرف آگے اشارہ آ رہا ہے) نقشبندیوں کی نظر میں مطعون تھے۔۔۔ (یہ اسی چپقلش کا نتیجہ تھا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی م ۸۹۸ھ نے "نفحات الانس من حضرات القدس" میں شاہ نعمت اللہ کا ذکر تک نہیں کیا) امیر سید کلال نقشبندی نے امیر تیمور سے شاہ نعمت اللہ کے اثر و نفوذ کا ذکر کیا اور بادشاہ نے ۷۷۳ھ میں شاہ نعمت اللہ سے ملاقات کی اور انھیں جلاوطن کرنے کی دھمکی دی۔۔۔ شاہ نعمت اللہ نے بادشاہ کو کھری کھری سنائیں اور بتایا کہ "میرے یہ لاکھ مرید یا میں ہوس و اقتدار کے جویا نہیں۔" اس پر تیمور نے کسی قدر اطمینان کا سانس لیا مگر شاہ صاحب کو وہ علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس وقت ہرات کا سفر کیا۔ ۷۷۵ھ کے اوائل میں سید امیر عماد الدین حمزہ حسینی کی صاحبزادی (یعنی مشہور سید امیر حسینی ہروی کی پوتی) سے شادی کی اور ماہان (کرمان) تشریف لے گئے۔ اسی سال کے آخر میں ان کے ہاں فرزند پیدا ہوا (شاہ سید خلیل اللہ کرمانی جو شاہ نعمت اللہ کی اکلوتی اولاد تھے)

یہاں تیمور اور شاہ نعمت اللہ کی ملاقات کے ضمن میں دو باتیں جملہ ہائے معترضہ کے طور پر عرض کر دی جائیں۔ تیمور نے اسی سال مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی (طیمیا تی م ۷۹۱ھ) اور امیر سید علی ہمدانی، شاہ ہمدان

(م-۷۸۶ھ) سے بھی ملاقات کی تھی۔ شاہ ہمدانؒ نے اگلے سال ۷۸۴ھ میں جموں و کشمیر کی وادی کی طرف ہجرت فرمائی اور یہاں کے نواحی علاقوں میں اعلائے کلمۃ الحق میں مصروف رہے تھے۔ شاہ ہمدان نے بظاہر تیمور کے خلاف کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، مگر شاہ نعمت اللہ نے متعدد اشعار میں سلطان لنگ کی مذمت کی ہے۔ مثلاً ؎

برو اے میر من بمال مناز بیش ازیں سیم و زر بہم مگداز
تاکے آزار خلق می جوئی؟ مکن آزار ورنہ بینی باز
ملک من ملکے است بے پایاں داں تو از خطا است تا شیراز
من بہ سلطان خویش می نازم تو بتاج و سریر خود میناز
صد ہزاران ترک دارم در ضمیر ہر کجا خواہم چو سلطان میروم
پادشاہان جہان بسیار دید ستم ولے ہمچو آں سلطان تمر سلطان لنگے نیست
آں ہمہ تخت و ملک رانگذاشت ایں زمان در سراب میگردد
سخت مخمور ماند "میر تمر" ہمچنان بے شراب میگردد
اے کہ پرسی ز حال میر تیمور باتو گویم کہ حال او چون است
گرچہ چپ بود است رہ میرفت راستی رستنش بہ قانون است

در ہوائے دنیئے دون دلی روز و شب جانے بغصہ می کنی
گر تمور خانی کہ میری، عاقبت موم گردی نی المثل گر آہنی

شاہ نعمت اللہ کے عقائد اور دعوے

شاہ نعمت اللہ کے صوفیانہ اور دعوے کم و بیش وہی تھے جو محی الدین محمد بن علی طائی اشبیلی اندلسی معروف بہ ابن عربی (م-۶۳۸ھ) اور شیخ نجم الدین رازی (م-۶۵۴ھ) وغیرہ کے تھے۔ جس طرح ان دو بزرگوں نے اپنی تالیفات میں (ابن عربی کی الفتوحات المکیہ، فصوص الحکمؒ اور نجم الدین رازی کی مرصاد العباد ملاحظہ ہو) اپنے روحانی تجارب کے حیرت انگیز واقعات بیان کیے ہیں، یہی حال شاہ نعمت اللہ کا تھا۔ آخری عمر میں وہ خود کو عرب و عجم کا رہبر یگانہ کہتے اور دوسرے بزرگوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ "نقشبندیہ" سے مخالفت کا سبب بھی یہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی کے نامور معاصرین نے شاہ صاحب پر علانیہ یا مرآً "تعریضات" لکھے ہیں۔ یہاں شاہ ہمدانؒ کی مناسبت سے

ایک مثال عرض کر دی جائے : شاہ ہمدان اپنے عزیز مرید اور داماد خواجہ اسحٰق علی شاہی ختلانی (م۔ ۸۲۶ھ) کی معیت میں حج کرنے جا رہے تھے۔ جب کرمان کے علاقے ماہان کے نزدیک پہنچے تو شاہ نعمت اللہ کو خبر ہوئی۔ آپ ان دنوں مریض تھے، اس لیے شاہ ہمدان کے استقبال کو نہ جا سکے البتہ اپنے ایک مرید کو اپنی دستار نذر کرنے بھیجا اور عرض کی کہ شاہ ہمدان انھیں اپنا پاتابہ مرحمت فرمائیں ۔ یہ واقعہ یقیناً ۷۷۵ھ یا اس کے کچھ بعد کا ہے (۷۸۶ھ سے پہلے کا)۔ ایک طرف یہ موانست اور احترام نظر آتا ہے اور ایک طرف شاہ نعمت اللہ اور ان کے مریدوں کے بعد کے وہ دعوے جن کے پیش نظر شاہ ہمدانؒ کا سوانح نگار اور مناقب نویس، شیخ نورالدین جعفر استاق بازاری بدخشی (م۔ ۷۹۷ھ) اپنی تالیف "خلاصۃ المناقب" (مصنفہ ۷۸۰ھ) میں تعریضاً و طنزاً لکھتا ہے :

"دریک "واقعہ" صدائے ہاتف غیبی شنیدم کہ اگر در عالم چہل نعمت اللہ کرمانی ہم باشند، بہ مقام امیر سید علی ہمدانی نمی رسند۔"

اس سلسلے میں خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (م۔ ۷۹۲ھ) کی تعریضات اور مولانا عبدالرحمٰن جامی اور شاہ ولی کے اختلاف عقائد کے بارے میں ڈاکٹر حمید فرزام نے بڑے مبسوط مقالے لکھے ہیں[۵]۔ ہم ان کے معاصرین میں سے صرف حافظ اور شاہ ولی کے "مناسبات و تعریضات" کی طرف اشارہ کریں گے مگر پہلے شاہ ولی کے دعووں کی ایک جھلک تو دیکھیں۔ چند اشعار، جو دیوان کے مختلف صفحات سے ماخوذ ہیں، ملاحظہ ہوں ؎

گر طبیبے طلب کند بیمار ماطبیب حبیب دانائیم
نعمت اللہ اگر کسی جوید گو بیا سوئے ما کہ آن مائیم

نفسم آب حیاتے بہ جہاں می بخشند خضر وقت خودم و چشمۂ حیوان خودم
بہ خرابات کنم دعوت رندان شب و روز رہبر کاملم و مرشد یاران خودم

اگر گنجی طلبگاری کہ در ویرانۂ یابی بیا نعمت اللہ را بہ تنہا کو نبانہ بگذر

غنیمت دان حضور نعمت اللہ کہ عمرے ایں چنیں دیگر نیابی

ایک نعمت اللہی درویش محمد مفید مستوفی یافعی نے ۱۰۹۱ھ کے لگ بھگ "جامع مفیدی[۶]" کتاب تالیف کی جس میں

شاہ ولی کے مناقب مذکور ہیں۔ اس کتاب میں اور دیگر کتب سوانح میں شاہ ولی کے "دعوے" بالتفصیل مندرج ہیں۔ اس ضمن میں چند مزید اشعار[۱۴] ملاحظہ ہوں ؎

من نیم مہدی و لے ہادی منم — رہنمائے خلق در وادی منم
معذورم اگر گفتم اسرار الٰہی — مامورم و میگویم احوال کماہی
در ولایت حاکمی اولیا — نعمت اللہ را عطا فرمودہ اند

ان دعاوی کے باوجود، شاہ نعمت اللہ کے دیوان یا کسی دوسری کتاب میں معاصرین پر طنز و تعریض موجود نہیں[۱۵] ہے البتہ "پیران نمے پرند مریدان مے پرانند" کے مصداق، نعمت اللٰہی دراویش نے بعد میں بہت کچھ لکھا ہے یاد رہے کہ شاہ نعمت اللہ کے پیروؤں (نعمتی یا نعمت اللٰہی) نے حیدریہ دراویش (منسوب بہ شیخ حیدر صفوی م۔ ۸۹۸ھ شاہ اسمٰعیل صفوی ۹۰۶ - ۹۳۰ھ کے والد) کے ساتھ بہت سی جنگیں کی ہیں خصوصاً صفوی دور میں۔ آج کل بھی ایران میں نعمت اللٰہی دراویش موجود ہیں۔ پایۂ تخت تہران میں ان کی ایک خانقاہ مع کتب خانے کے موجود ہے۔ شاہ نعمت اللہ کے اکلوتے صاحبزادے سید شاہ خلیل اللہ، سلاطین بہمنی، حیدر آباد دکن کی دعوت پر برصغیر تشریف لائے تھے۔ ہندو پاکستان میں سلسلہ نعمت اللٰہیہ ان ہی کی توسط سے رواج پذیر ہوا ہے۔ یہاں اس سلسلے کی خصوصیات سے بحث کرنا طولِ مقال کا سبب ہوگا۔

خواجہ حافظ اور شاہ ولی

حافظ اور شاہ نعمت اللہ میں کسی ملاقات کا ذکر نہیں ملتا۔ شاہ نعمت اللہ شیراز تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے شیخ سعدی شیرازی (م۔ ۶۹۵ھ) کے مزار پر فاتحہ پڑھی، وہاں کے اعیان و اکابر مثلاً علامہ میر سید شریف جرجانی[۱۶] (م ۸۱۶ھ) اور شیخ ابو اسحٰق ابو الاطعمہ شیرازی (شاعرِ اغذیہ) وغیرہ سے ملاقات کی ہے۔ مگر یہ واقعہ حافظ کی وفات کے بعد کا ہے[۱۷]۔ شیراز کے بعد، حافظ شیرازی کے دوسری منازلِ سفر[۱۸] اصفہان اور یزد[۱۹] تھے۔ ان شہروں میں بھی شاہ صاحب کم و بیش اسی شیراز جانے کے ایام میں تشریف لے گئے ہیں۔ بہر حال حافظ کی "تعریضات" کی حیثیت معاصرانہ چشمکوں کی سی ہے۔

حافظ شیرازی نے اپنے کلام میں جا بجا صوفیہ اور علماء پر طنز کی ہے۔ جب انھوں نے شاہ نعمت اللہ ولی کے دعوے دیکھے، تو ان پر تعریض کرنے سے بھی نہ رک سکے۔ ہم یہاں دو مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

شاہ نعمت اللہ: ماخاک راہ را بنظر کیمیا کنیم — صد درد دل بگوشہ چشمی دوا کنیم

از خود برآ و صحبت اصحاب را بخواہ — تا سید اللہ دمے دلت با خدا کنیم

حافظ: آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب — بہتر ز طاعتے کہ بروئے وریا کنند

شاہ نعمت اللہ: نظرے میکنیم و وجہ خدا می بینیم — روئے آں دلبرِ بے روو ریا می بینیم

حافظ:۔ درخرابات مغاں نورِ خدا می بینیم — وہ چہ نورے ز کجا تا بکجا می بینیم

یہ پوری غزلیں قابلِ مقائسہ ہیں۔ یہ دونوں نامور ایک دوسرے کی غزلوں کا باقاعدہ جواب بھی لکھتے رہے۔ اگرچہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ متقدم کون ہے اور موخر کون؟ سن و سال کے تقدم کی مناسبت سے ہم حافظ کی غزلوں کے مطلع پہلے لکھ رہے ہیں:

حافظ: در دیر مغاں آمد یارم قدحے در دست — مست از مے و میخواران از نرگس مستش مست

شاہ نعمت اللہ: از دیر برون آمد ترسا بچہ سرمست — بر دوش چلیپائی خوش جام مئے بر دست

حافظ: حسب حالے ننوشتی و شد ایامے چند — محرمے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند

شاہ نعمت اللہ: بر علی رغم عدو باز زدم جامے چند — تو بہ شکستم و جادہ ستم از این خامے چند

حافظ: درد عشقے کشیدہ ام کہ مپرس — زہر ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس

شاہ نعمت اللہ: رنج عشقے کشیدہ ام کہ مپرس — درد دردے چشیدہ ام کہ مپرس

نیز: گرم و سردی چشیدہ ام کہ مپرس — ہم بہ بیوی رسیدہ ام کہ مپرس

حافظ: چرا نہ در پے عزم دیار خود باشم — چرا نہ خاک سر کوئے یار خود باشم

شاہ نعمت اللہ: منم کہ عاشق دیدار یار خود باشم — منم کہ والہ زلف نگار خود باشم[19]

حافظ: مارا ز خیال تو چہ پروائے شراب است — خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب است

شاہ نعمت اللہ: خوش آب حیاتے است کہ گویند شراب است — خوش عاشق رندے کہ چو ما ست د خرابت

حافظ: سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش — کہ دور شاہ شجاع است مے دلیر بنوش

شاہ نعمت اللہ: بگوش ہوش رسد ندائے ساقی دوش — کہ جام جم بمستان دمے حلال بنوش

حافظ: یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت — باز آید و برہاندم از بند ملامت

شاہ نعمت اللہ: درکوئے خرابات نشستیم بسلامت — سر حلقہ رندانم و فارغ ز ملامت

نیز : ہرگز نبود عاشقی و رہ سلامت رندان نگریزند ز مستان بملامت

حافظ : حُسنت باتفاقِ ملاحت جہان گرفت آرے باتفاق، جہاں میتوان گرفت

شاہ نعمت اللہ : سلطانِ عشق ملک جہان را روان گرفت جانم فدائے او کہ تمام جہان گرفت

اور اس قسم کی متعدد مثالیں مزید پیش کی جا سکتی ہیں ۔

سید شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی اور ان کے معاصرین سے روابط اور حشمکوں کے بارے میں یہ چند سطور ارتجالاً سپردِ قلم کی گئی ہیں ۔ برصغیر میں شاہ صاحب کی پیشین گوئیاں بڑی مشہور رہی ہیں مگر وہ ان کے کتب و رسائل و دواوین میں موجود نہیں ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب وھو علام الغیوب ۔

حواشی

۱؎ طبع کرمان اور تہران بالترتیب ۱۳۲۸ ہجری شمسی اور ۱۳۴۷ھ قمری

۲؎ رسائل شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی (انتشارات خانقاہ نعمت اللّٰہی، تہران ۱۳۵۵ تا ۱۳۵۷ق (چار جلدوں میں)

۳؎ اصفہان کے دانش کدہ ادبیات و علوم انسانی میں استاد ہیں ۔ شاہ نعمت اللہ کے بارے میں ان کی تحقیقات کو ۱۳۳۸ شمسی میں تہران یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کے لیے منظور کیا ہے ۔

۴؎ اس مقبرے کی تعمیر کے اخراجات سلاطین بہمنی دکنی سلطان شہاب الدین احمد اور علاء الدین احمد شاہ (۸۳۸ھ ۔ ۸۶۲ھ) نے برداشت کیے ہیں ۔ کتبے کی تحریر کے مطابق مزار ۸۴۰ھ میں مکمل ہوا ہے ۔

۵؎ ماہنامہ "المعارف" لاہور نے اس نامدار عارف کے بارے میں متعدد مقالے شائع کیے ہیں : دسمبر ۱۹۶۹ء، مارچ ۱۹۷۰ء، جون ۱۹۷۰ء اور اگست ۱۹۷۰ء ۔ اور ان میں شاہ ہمدان کے احوال و تصانیف کی نمایاں کیفیت موجود ہے ۔

۶؎ شاہ نعمت اللہ نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے ۔ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں : ؎

کلماتِ "فصوص" در دلِ ما چون "نگین" در مقام خود بنشست

از رسولِ خدا رسیده باو باز از روحِ او بما پیوست

صوفیہ میں سے شاہ نعمت اللہ کی کتب میں سب سے زیادہ ذکر محی الدین ابن عربی کا ہی ہے ۔

۷؎ واقعہ بمعنی اشارہ یا خواب وغیرہ ہے ۔

شہ نشریہ دانش کدہ ادبیات اصفہان ۱۳۴۳ش: "اختلاف جامی با شاہ ولی" نیز وہی مجلہ ۱۳۴۵ش: —— "مناسبات حافظ و شاہ ولی"۔

۹ہ مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ش بہ تصحیح ایرج افشار۔ دیگر کتب سوانح یہ ہیں:۔

مجموعہ رضوان المعارف الالٰہیہ (شاہ صاحب کے ۲۸ رسالے، تہران)، مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی تصحیح جان اوبن تہران ۱۳۳۵ش، تذکرہ عبدالرزاق کرمانی (احوال شاہ ولی) تصحیح جان اوبن ایضاً۔ نیز اس مستشرق کی تصحیح کردہ جامع مفیدی، تہران ۱۳۳۵ش۔

نلہ نیز:

نعمت اللہ مظہر ذات و صفات ‌ ‌ گر صفاتش مینماید گاہ ذات

عارفے چون او درین عالم کہ دید ‌ ‌ جمع کردہ ممکنات و واجبات

سالہا باید کہ تا پیدا شود ‌ ‌ ہمچو سید سیدے در کائنات

شاہ نعمت اللہ ولی کی بعض غزلوں میں مولانا جلال الدین محمد رومیؒ (۶۰۲ھ ۔) کا زور و شور پایا جاتا ہے۔ مولائے رومؒ کی ایک معروف غزل کا مطلع ہے ۔

اے عاشقان، اے عاشقان من خاک را گوہر کنم ‌ ‌ وے مطربان، وے مطربان، دف شما پر زر کنم

اور شاہ نعمت اللہ کی غزل کا مطلع ہے ۔

اے عاشقان، اے عاشقان من پیر را برنا کنم ‌ ‌ اے تشنگان، اے تشنگان، من قطرہ را دریا کنم

للہ البتہ ایک دوبیتی میں حافظ پر تعریض موجود ہے مگر احتمال ہے یہاں حافظ سے مراد شمس الدین محمد حافظ لسان الغیب نہیں بلکہ مطلقاً "حافظ قرآن" ۔ دوبیتی یہ ہے ۔

گر معنی تنزیل بداند حافظ ‌ ‌ تنزیل بعشق دل بخواند حافظ

اوکرد تنزل یا ترقی کردیم ‌ ‌ تحقیق چنین کجا تواند حافظ

سللہ شاہ نعمت اللہ نے جب علامہ جرجانی سے ملاقات کی تو ترشح ہو رہا تھا۔ علامہ جرجانی بولے:

"نعمۃ اللہ معنا و رحمۃ اللہ علینا و ذلک بفضل اللہ بنا"

سللہ شیراز میں آپ میرزا اسکندر بن عمر شیخ بن امیر تیمور کی دعوت پر گئے تھے۔ امیر نے ۵ سال (۸۱۲ تا ۸۱۷ھ) شیراز پر حکومت کی ہے۔ سید معصوم علی نعمت اللہی شیرازی نے "طرائق الحقائق" (جلد سوم طبع تہران ص ۵

[illegible] ڈاکٹر محمد جعفر محجوب ا میں لکھا ہے کہ اس حاکم کو شاہ نعمت اللہ سے بڑی عقیدت تھی۔ یاد رہے کہ امیر تیمور کی اولاد و احفاد سب کو شاہ صاحب سے ارادت تھی۔

۱۴ و ۱۵ اصفہان اور یزد بھی میرزا اسکندر بن عمر شیخ کی قلمرو میں شامل تھے۔ شاہ نعمت اللہ کا ایک شعر ہے ؎

کمی دعوت مرا شاہا بہ شیراز و صفاہان   کہ دارم با ہری میلے و جویاے سمرقندم

شاہ صاحب جن مقامات پر تشریف لے گئے، ان میں سے اکثر کا اپنے اشعار میں ذکر کر دیا ہے۔

۱۶ دونوں غزلوں میں مندرجہ ذیل مصرع مشترک ہے اور ظاہر ہے کہ کسی ایک نے دوسرے کے مصرعے پر تضمین کی ہے:

" بہ شہر خود روم و شہریار خود باشم "

۱۸ اس سلسلے کے مزید معتبر منابع یہ ہیں:

تاریخ حبیب السیر (خواندمیر، جلد سوم)، تذکرہ الاولیاء محرابی کرمانی (مزارات کرمان) مطبوعہ تہران ۱۳۳۰ش، مجمع الفصحا از رضا قلی خان ہدایت، ارزش میراث صوفیہ مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب، نیز مجلہ یغما ۱۰/۱۳۳۹ش اور مہر ۸/۱۳۴۳ش وغیرہ۔

۱۹ روضات الجنان و جنان الجنات جلد دوم مؤلفہ حافظ کربلائی روضہ ہشتم۔

سیّد امیر علی

شاہد حسین رزاقی

سید امیر علی اپنے عہد کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ اسلامی ہند کی نشاۃ ثانیہ کے کارفرماؤں میں ان کا بلند مقام ہے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ سیاست دان بھی تھے۔ ایک روشن خیال مفکر بھی اور مصنف کی حیثیت سے تو ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ قانون اسلامی میں بھی ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ مسلمانان پاک و ہند کے قومی حقوق کے لیے گزشتہ صدی کے اواخر میں جب آئینی جد و جہد شروع ہوئی تو اس میں وہ پیش پیش تھے اور اس سلسلہ میں انھوں نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ مسلمان ملکوں کے دفاع اور خلافتِ عثمانیہ کو مغربی یلغار سے بچانے میں بھی آپ برابر کوشاں رہے۔

اس کتاب میں سید امیر علی کی شخصیت کے ان تمام پہلوؤں کو شرح و بسط سے پیش کیا گیا ہے۔

صفحات: ۳۰۹ ——— قیمت: ۸/- روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور